جلد ۵۴/۱۹ | ۱۹ امان ۱۳۴۴ ہش ۱۵ ذیقعدہ ۱۳۸۴ھ ۱۹ مارچ ۱۹۶۵ء | نمبر ۶۳

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت کے متعلق اطلاع

- محترم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب -

ربوہ ۱۸ مارچ بوقت ۹½ بجے صبح

کل حضور کو ضعف کی تکلیف رہی۔ اِس وقت طبیعت بفضلہ تعالیٰ اچھی ہے۔ الحمد للہ

احباب جماعت حضور کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے دعائیں جاری رکھیں۔

ارشادات عالیہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

خدا تعالیٰ کی محبت تقویٰ سے پیدا ہوتی ہے اور تقویٰ ہی مدارج عالیہ کا باعث ہے

اللہ تعالیٰ کے حضور جو مدارج ملتے ہیں ان کا اصل باعث تقویٰ ہی ہے

"خدا تعالیٰ نہ محض جسم سے راضی ہوتا ہے نہ قوم سے۔ اس کی نظر ہمیشہ تقویٰ پر ہے۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ۔ یعنی اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ بزرگی رکھنے والا وہ ہے جو تم میں سے زیادہ متقی ہو۔ یہ بالکل جھوٹی بات ہے کہ مَیں سید ہوں یا مغل ہوں یا پٹھان اور شیخ ہوں۔ اگر بڑی قومیت پر فخر کرتا ہے تو یہ فخر فضول ہے۔ مرنے کے بعد سب قومیں جاتی رہتی ہیں۔ خدا تعالیٰ کے حضور قومیت پر کوئی نظر نہیں اور کوئی شخص محض اعلیٰ خاندان میں سے ہونے کی وجہ سے نجات نہیں پا سکتا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کو کہا ہے کہ اے فاطمہ! تو اس بات پر ناز نہ کر کہ تُو پیغمبر زادی ہے۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک قومیت کا لحاظ نہیں وہاں جو مدارج ملتے ہیں وہ تقوےٰ کے لحاظ سے ملتے ہیں۔ یہ قومیں اور قبائل دُنیا کا عُرف اور انتظام ہیں۔ خدا تعالیٰ سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ کی محبت تقویٰ سے پیدا ہوتی ہے اور تقوےٰ ہی مدارج عالیہ کا باعث ہوتا ہے۔ اگر کوئی سید ہو اور وہ عیسائی ہو کر رسول اللہ کو گالیاں دے اور خدا تعالیٰ کے احکام کی بے حرمتی کرے کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو آلِ رسول ہونے کی وجہ سے بخش دے گا اور وہ بہشت میں داخل ہو جاویگا۔ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو سچا دین جو نجات کا باعث ہوتا ہے اسلام ہے۔ اگر کوئی عیسائی ہو جاوے یا یہودی ہو یا آریہ ہو وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک عزت پانے کے لائق نہیں خدا تعالیٰ نے ذاتوں اور قوموں کو اڑا دیا ہے۔ یہ دُنیا کے انتظام اور عُرف کے لئے قبائل ہیں۔ مگر ہم نے خوب غور کر لیا ہے کہ خدا تعالیٰ کے حضور جو مدارج ملتے ہیں ان کا اصل باعث تقویٰ ہی ہے"۔

— (الحکم ۲۴ اگست ۱۹۰۲ء) —

اخبار احمدیہ

•— محترم مولانا جلال الدین صاحب شمس ناظر اصلاح وارشاد تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"مکرم چوہدری محمد شریف صاحب ایڈووکیٹ امیر جماعت ہائے احمدیہ ضلع منٹگمری تا حال بیمار ہیں گزشتہ دنوں بخار اُتر گیا تھا۔ اور طبیعت کسی قدر بہتر ہو گئی تھی۔ لیکن اب دوبارہ بخار ہو گیا ہے اور آپ علاج کی غرض سے لاہور تشریف لے آئے ہیں۔ احباب جماعت دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے فضل سے شفائے کامل و عاجل عطا فرمائے۔ آمین"۔

•— محترم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مطلع فرماتے ہیں کہ:۔

"مکرم اعزاز علی صاحب جماعت انور آباد سندھ بعض دماغی عوارض میں مبتلا ہیں اور ربوہ میں علاج کے لئے آئے ہوئے ہیں وہ احباب جماعت کی خدمت میں اپنی صحت کاملہ اور بخشش کے لئے دعا کی درخواست کرتے ہیں"۔ — احباب صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے دعا کریں۔

•— مغربی پاکستان کے جملہ انسپکٹران تحریک جدید کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ اپنے اپنے حلقہ میں ضروری کاموں سے فارغ ہو کر مجلس مشاورت سے پہلے ۲۴ مارچ ۱۹۶۵ء تک مرکز میں پہنچ جائیں۔ (وکیل المال تحریک جدید)

•— حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

"امانت فنڈ تحریک جدید میں روپیہ رکھوانا فائدہ بخش بھی ہے اور خدمت دین بھی"۔

(افسر امانت تحریک جدید)

مسعود احمد پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپوا کر دفتر الفضل دار الرحمت غربی ربوہ سے شائع کیا

روزنامہ الفضل ربوہ
مورخہ ۱۹ مارچ ۱۹۶۵ء

اخلاقی بیماری اور اُس کا علاج

(قسط نمبر ۲)

گذشتہ اشاعت میں ہم نے ایک ہفت روزہ سے طویل حوالے دے کر دکھایا تھا کہ کس طرح اکثر اہل علم حضرات تلخ تجربوں کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے ہیں جس پر آج سے پون صدی پیشتر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام پہنچے تھے اور مسلمانوں کی موجودہ حالات نتیجہ ہیں اسلامی اصولوں کو ترک کرنے کا اور وہ اس نکبت سے صرف اسلامی اصولوں پر عمل کرنے ہی سے ہم قائز المرام ہو سکتے ہیں اور جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام کو غالب کرنے کے لئے اقتدار پر قبضہ ضروری ہے وہ سخت غلطی خوردہ ہیں۔

ہم نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک حوالہ پیش کرکے بتایا ہے کہ آپؑ نے شروع ہی سے مسلمانوں کو اسی سیدھے راستہ پر بلانے کی کوشش کی ہے۔ تاہم یہ بھی حقیقت ہے کہ اس زمانے میں اکثر درد دل رکھنے والے مسلمانوں نے مسلمانوں کی موجودہ حالت سے نجات کا یہی نسخہ تجویز کیا ہے کہ اسلامی اخلاق پیدا کیا جائے اور اسلام کے اصولوں پر عمل کیا جائے۔ یہ درست ہے مگر دوسرے لوگوں اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں یہ فرق ہے کہ آپؑ نے صرف وعظ و نصیحت تک نہیں کیا بلکہ آپؑ نے ایک جماعت کھڑی کی جس کے سامنے اپنا نمونہ پیش کیا اور آپؑ کی جماعت میں صرف وہی لوگ شامل ہوئے اور فعال بنے جنہوں نے علیٰ وجہ البصیرت شمولیت اختیار کی۔ اس کا نتیجہ ہے کہ آج جماعت احمدیہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے نہ صرف خود ایک نمونہ کی جماعت بن گئی ہے بلکہ وہ تمام دنیا میں پھیل کر اسلام کی تعلیمات کو پھیلا رہی ہے۔

ایک معاصر موجودہ مسلمانوں کی اخلاقی گراوٹ دیکھ کر لکھتا ہے:۔

"جب ہمارے اسلاف اسی مذہب کی پابندی اور جائز ذرائع سے معزز اور محترم ہوئے تو ہمارے لئے یہ سیدھا راستہ اختیار کرنے میں کیا دشواری ہے۔ ہم راستے غلط اختیار کرتے ہیں اور جب برے کام کے برے نتیجے سامنے آتے ہیں تو شکوہ اور شکایت کی بھرمار شروع کر دیتے ہیں حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد گرامی ہے کہ "جن مصیبتوں کا سبب بداعمالی ہو ان پر خدا کی ذات سے شکوہ کرنا معصیت کی انتہا ہے" اللہ جل جلالہ پوری مخلوق کے فریاد رس حاجت روا، مشکل کشا، اور دستگیر ہیں۔ وہ ایسے مشفق و مہربان ہیں کہ ان لوگوں کی بھی مرادیں پوری کرتے ہیں جو نامراد کفر اور شرک کی لعنت میں مبتلا ہیں۔

(جنگ کراچی مورخہ ۱۳/۳/۶۵ صفحہ ۵)

یہ بالکل صحیح ہے لیکن سوال یہ ہے کہ ایسا ایمان کس طرح سے پیدا ہو سکتا ہے۔ تمام مسلمان اب اس بات کو جانتے ہیں کہ انکی نکبت اور زوال کا سبب ترک اسلام ہے اور وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ اسلام کو اختیار کرنے ہی سے وہ فلاح پا سکتے ہیں تاہم وہ عمل کرنے سے عاری ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ ہمارے اہل علم حضرات نے اصلاح قومی کے اس طریق کو نظر انداز کر دیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے خود پیش کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ:۔
"اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ"

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

"وہ دیکھیں کہ روئے زمین پر مسلمانوں کی کیا حالت ہے۔ کیا کسی پہلو سے بھی کوئی قابل اطمینان صورت دکھائی دیتی ہے۔ شان و شوکت کی حالت تو سلطنت کی صورت میں نظر آ سکتی ہے۔ مسلمانوں کی سب سے بڑی سلطنت اس وقت روم کی سلطنت ہے لیکن اس کی حالت کو دیکھ لو وہ تینیس دانتوں میں زبان ہو رہی ہے اور آئے دن کسی نہ کسی خرخشہ اور مخمصہ میں مبتلا رہتی ہے۔ علمی حالت کے لحاظ سے سب رو رہے ہیں کہ مسلمان پیچھے رہے ہوئے ہیں اور نت نئی مجلسیں اور کمیٹیاں قائم ہوتی ہیں کہ مسلمانوں کی علمی حالت کی اصلاح کی جاوے۔ دُنیوی لحاظ سے تو یہ حالت اور دینی پہلو کے لحاظ سے تو بہت ہی گری ہوئی حالت ہے۔ کوئی بدعت اور فعل شنیع نہیں ہے جس کے مرتکب مسلمان نہ پائے جاتے ہوں۔ اعمال صالحہ کی بجائے چند رسوم باقی رہ گئی ہیں۔ جیل خانوں میں جا کر دیکھو تو زیادہ مجرم مسلمان دکھائی دیں گے۔ کس کس بات کا ذکر کیا جاوے۔ مسلمانوں کی حالت اس وقت بہت ہی گری ہوئی ہے اور اُن پر آفات پر آفات نازل ہو رہی ہیں

مگر کیا مسلمان ابھی چاہتے ہیں کہ وہ اور پیسے جاویں۔ اس سے بڑھ کر اُن کی ذلیل حالت کیا ہوگی کہ وہ پاک دین جو بے نظیر دولت اُن کے پاس تھی اور ایمان جیسی نعمت وہ کھو بیٹھے ہیں۔ اور مسلمانوں کے گھروں میں پیدا ہونے والے عیسائی ہو کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتے اور اسلام کا مضحکہ اڑاتے ہیں اور یا اگر کھلے طور پر عیسائی نہیں ہوئے تو عیسائیوں کے علوم فلسفہ و طبیعیات سے متاثر ہو کر مذہب کو ایک بے ضرورت اور بے فائدہ شے سمجھنے لگ گئے ہیں۔

یہ آفتیں ہیں جو اسلام پر آ رہی ہیں اور میں نہایت درد اور افسوس سے سُنتا ہوں کہ اس پر بھی کہا جاتا ہے کہ کسی مصلح کی ضرورت نہیں حالانکہ زمانہ خود پکار پکار کر کہہ رہا ہے۔ کہ اس وقت ضرورت ہے کہ کوئی شخص آوے اور وہ اصلاح کرے۔"

(ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ جلد پنجم صفحہ ۱۶)

چوری کی سزا اسلام میں

کمیشن کے اس فیصلہ پر کہ چوری کی سزا ہاتھ کاٹنا ہونی چاہیئے۔ ملک کے فیلسوفوں میں کافی ہنگامہ ہوا ہے۔ پاکستان ٹائمز نے بھی اس پر اداریہ لکھ کر اس کو غلط قرار دیا ہے۔ اسی طرح اخبار مذکور میں کئی ایک مراسلے حق میں اور مخالف شائع ہو رہے ہیں۔ ہم اس ضمن میں جو کچھ کہنا چاہتے ہیں اس کی حیثیت فقہی نہیں ہے۔ کیونکہ دراصل یہ کام اہل تفقہ کا ہے کہ وہ اس مسئلہ پر قرآن و سنت کی روشنی میں نظر ڈالیں اور موجودہ حالات میں اس کی جو صورت متعین کی جائے وہ معقول ہو۔ تاہم ہماری دانست میں اس مسئلہ پر جرح قدح کرنے والوں کو چاہیئے کہ غور کرتے وقت وہ تین باتوں کا ضرور خیال رکھیں۔

(۱) اوّل یہ کہ قانون میں جو سزا کسی جرم کی تجویز کی جاتی ہے اس کی آخری حد بیان کی جاتی ہے۔ مثلاً قتل عمد کی سزا پھانسی انتہائی حد ہے تاہم قانون میں ایسی گنجائشیں موجود ہیں۔ کہ یہ سزا ہر قتل کے واقعہ پر نہیں دی جاتی بلکہ تمام حالات کے پیش نظر اس میں تخفیف کی جا سکتی ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے جان و مال کے دفاع میں قتل کا مرتکب ہو تو اس کو یہ سزا نہیں دی جاتی۔ حالانکہ یہ قتل عمد ہی ہوگا۔ اگر مقتول کے غصہ دلانے یا نشہ آور چیز کھلانے پلانے کے نتیجہ میں قتل ہو جائے تو ایسی صورت میں بھی پھانسی کی سزا نہیں دی جائیگی اسی طرح کئی دیگر صورتوں میں انتہائی (MAXIMUM) سزا نہیں دی جاتی۔ یہی وجہ ہے کہ سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک سارق کو جس نے بھوکا ہونے کی وجہ سے چوری کی تھی معاف کر دیا تھا۔ لہٰذا ہاتھ کاٹنے کی انتہائی MAXIMUM سزا ہر وقت دینا لازمی نہیں ہے حالات کے مطابق اس میں تخفیف کی جا سکتی ہے۔

(۲) دوسری بات جو ذہن میں رکھنا ضروری ہے وہ "شہادت" ہے اسلام میں شہادت کا معاملہ بڑا نازک ہے ہر کہ و مہ کی شہادت قابل اعتبار نہیں۔ جب تک گواہ اسلامی اصولوں پر پورا نہ اترے۔ محض قیاسات پر انحصار نہیں رکھا جاتا۔ دو ثقہ چشم دید گواہ ضروری ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ چوری کے لئے دو چشم دید گواہ مہیا کرنا آسان نہیں ہے۔ لہٰذا جو سزا قیاسات پر دی جائیگی وہ ہرگز ہاتھ کاٹنا نہیں ہو سکتی۔

(۳) تیسری بات یہ ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ سزا بڑی سخت ہے کیونکہ جس کے ہاتھ کاٹے جائیں گے وہ آئندہ اپنی روزی کمانے کے ناقابل ہو جائے گا اور اس کے متوسلین پر مصیبت آ جائیگی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قانون جو سزا دیتا ہے وہ سزا پانے والے کے جرم کی وجہ سے ہے۔ آخر قید بھی تو قید کے عرصہ کے دوران میں اس کو اپنی روزی کمانے سے مانع ہے۔ پھر قتل کی سزا پھانسی کیوں دی جائے۔ کیونکہ مجرم کی موت کے بعد اس کے متوسلین مصیبت میں گرفتار ہو جائیں گے۔ اس نہج سے سوچا جائے تو پھر تو کسی جرم کی سزا ہونی ہی نہیں چاہیئے۔ اگر مجرم کو سزا اس کے جرم کی وجہ سے دی جاتی ہے۔ تاہم ہر حالت میں خود اس کا اور اس کے متوسلین کا متاثر ہونا ضروری ہے۔ سزا معاشرہ کے توازن کے لئے بھی ہے۔ اگر جرائم کی سزا نہ ہو تو معاشرہ جہنم بن جائے۔ اس لئے قانون یہ پرواہ نہیں کرتا کہ سزا کا اثر کہاں تک پہنچے گا۔ بلکہ جرم کرنے والے کو سوچنا چاہیئے کہ اگر وہ قید ہو گیا یا اس کے ہاتھ کاٹے گئے تو اس کو اور اس کے متعلقین کو کیا نقصان پہنچے گا۔

آپ غور کریں تو معلوم ہوگا کہ فساد اور قتل کے بعد معاشرہ کا سب سے بڑا دشمن چوری اور زنا ہیں۔ مال اور عصمت کی حفاظت حکومت کا اولین فرائض میں سے ہونا چاہیئے۔ اگر متذکرہ بالا تینوں امور کا خیال رکھا جائے تو چوری اور زنا کی سزائیں اتنی ہولناک نظر نہیں آئیں گی جتنی کہ محض ان کے تصور سے نظر آتی ہیں۔

تعلیم الاسلام کالج کے جلسہ تقسیم اسناد و انعامات کے موقعہ پر

جناب ڈاکٹر زیڈ اے ہاشمی وائس چانسلر زرعی یونیورسٹی لائل پور کا خطبہ اسناد

یہ کالج ملک کی شاہراہ ترقی پر ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے

نوٹ :۔ مورخہ ۱۴ مارچ ۱۹۶۵ء کو تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے جلسہ تقسیم اسناد و انعامات کے موقعہ پر ملک کے بلند پایہ ماہر تعلیم اور ممتاز مفکر جناب ڈاکٹر زیڈ اے ہاشمی صاحب وائس چانسلر زرعی یونیورسٹی لائل پور نے جو خطبہ اسناد پڑھا۔ اس کا مکمل متن درج ذیل کیا جاتا ہے :۔

جناب پرنسپل صاحب، معزز خواتین و حضرات!

میرے لئے یہ امر انتہائی مسرت کا باعث ہے کہ آج اس اجلاس میں شرکت کر کے مجھے آپ کے ساتھ تبادلہ خیال کا موقعہ مل رہا ہے۔

اس درسگاہ کے مقاصد اور علمی ماحول کے پیش نظر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم آج کی اس صحبت میں اپنے ملی ورثہ کے اس پہلو پر غور کریں جس کا تعلق علم و فن اور تعلیم و تدریس سے ہے۔ اور اس بات پر تدبر کریں کہ علمی اور فنی ترقی کے اس دور میں ہم پر کیا کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ اور ان ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ہمیں کیا کچھ کرنا ہے۔

علم دین اسلام میں اہم اور بنیادی ارکان میں سے ایک رکن ہے۔ اللہ تعالےٰ خود علیم و خبیر ہے اس کا دین اور پیغام ازل سے یہی رہا ہے کہ اولادِ آدم کو علم و عمل کی راہ پر چلا کر کس طرح کاملیت کا درجہ عطا کیا جائے۔ اور ورا سے زمینوں اور آسمانوں کے بیش بہا خزانوں کا وارث بنایا جائے۔ قرآن مجید نے جگہ جگہ مسلمانوں کو تفکر، تدبر تعقل اور شعور کی دعوت دی ہے اور علم و بصیرت حکمت و دانش اور سعی پیہم کو انسان کے لئے منشائے ایزدی قرار دیا ہے۔

یہ اسی منشائے ایزدی اور تربیت نبوی کا اعجاز تھا۔ کہ جب آٹھویں صدی عیسوی میں اسلامی علم و حکمت کے زریں دور کا آغاز ہوا تو دنیا مسلمانوں کے کارنامے دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گئی۔ اسلام کے معجزے نے عرب کے ناخواندہ اور گنوار بادیہ نشینوں کو قافلہ علم و فن کا پیشرو بنا دیا۔ اور مسلمانوں کو دنیائے فکر و عمل کی سرداری بخش دی۔ سائنسی ترقی کا یہ دور جس کی قیادت مسلمانوں کے ہاتھ میں تھی، کئی صدیوں تک رہا۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں البیرونی۔ ابن سینا رازی اور ابن رشد جیسے جید مفکر اور محقق پیدا ہوئے۔

ظاہر ہے کہ اس سائنسی ترقی کا محرک اسلام ہی تھا جس نے مسلمانوں میں عمل و تحقیق کا جذبہ پیدا کیا۔ وہ ان کا جوش و خروش۔ رجائیت۔ ان میں اسلام کی عظمت اور اس کی وسعت کا احساس تھا۔ محنت کا غیر معمولی شوق اور حق و صداقت کی مسلسل جستجو ان کا مقصدِ حیات بن گئی تھی۔ قوتِ عمل کی اس بیداری نے مسلمانوں کو سائنسی تحقیق و تدقیق کی اس راہ پر گامزن کر دیا۔ جس پر چل کر وہ چار پانچ سو سال تک زمانے کی قیادت کرتے رہے۔

پھر بارہویں صدی میں مسلمانوں کے سائنسی علم کا زوال شروع ہوا جو پندرھویں صدی تک ملت کو تہی دامن کر گیا۔ اور گرتے گرتے مسلمانوں کا یہ حال ہو گیا کہ انیسویں صدی کے آخر تک نہ ان میں کوئی قابل ذکر علمی شخصیت پیدا ہوئی۔ نہ کسی ایک مسلمان نے دنیا کے سائنسی ذخیرے میں کوئی قابل قدر اضافہ کیا۔ دنیائے علم و ہنر کی قیادت کاملاً مغرب کے ہاتھ میں چلی گئی۔ اور آج ہمارا یہ حال ہے کہ ہم محض اپنی عظمتِ رفتہ کی لاش کو سینے سے لگائے مغرب کی ان ترقی یافتہ اقوام کو حسرت و یاس سے تک رہے ہیں جو علم و سائنس اقتدار اور خوشحالی کی شاہراہ پر بڑی شان سے رواں دواں ہیں۔

تاریخ کا یہ اندوہناک سبق مسلمانانِ عالم کے لئے عبرت کا تازیانہ ثابت ہوا اور انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے اوائل میں ان میں اپنے عظیم الشان ماضی کی یاد اور موجودہ پستی کا احساس شدت اختیار کر گیا۔ تقریباً ہر اسلامی ملک میں آزادی کی تحریکیں جاری ہو گئیں۔ مسلمانوں کی عالمگیر بیداری کا نتیجہ یہ ہوا کہ موجودہ صدی کے وسط تک تقریباً ہر اسلامی ملک مغرب کے استعمار سے آزاد ہو گیا۔ برعظیم ہند کے نقشہ پر پاکستان کی آزاد اور اسلامی ریاست نمودار ہوئی۔ اور اب انڈونیشیا سے لے کر مورے تینیا تک ایک امنگ۔ ایک رجائیت ایک یگانگت اور ایک آرزو کی سبقت ہر طرف موجزن ہے جو ایک عظیم فکری اور عملی انقلاب کی صورت اختیار کر رہی ہے۔

آج ہم سب کو احساس ہے کہ مسلمانوں کے زوال کا سب سے نمایاں سبب ان میں تجسس۔ تحقیق۔ علم اور سائنس کا فقدان ہے اب جبکہ ہم میں احساس زیاں پیدا ہو گیا ہے۔ اور ہم آگے بڑھنے اور اپنی عظمتِ رفتہ کو دوبارہ پالینے کے بے پناہ جذبہ سے سرشار ہیں۔ تو ہمیں سب سے پہلے مروجہ اقدار اور نظریات کا حقیقت پسندانہ اور تنقیدی جائزہ لینا چاہیئے۔ پھر اپنی ملی ضروریات اور مقاصد کا تعین کرنا چاہیئے۔ اور پھر اس کے بعد مستقبل کے لئے نہایت غور و فکر اور فہم و فراست کے ساتھ منصوبہ بندی کرنی چاہیئے :۔

میرے خیال میں اس وقت ہمارے ملک کی سب سے بڑی ضرورت سائنس کی ترقی اور اس کے ذریعہ ملک میں ایک ذہنی اور معاشرتی انقلاب پیدا کرنا ہے۔ اور اس ملی انقلاب کو اس ہمہ گیر انقلاب سے ہم آہنگ کرنا ہے۔ جس کی بدولت ترقی یافتہ قومیں زندگی کے ہر شعبہ میں بام عروج تک پہنچ گئی ہیں۔

اس اہم ملی مقصد کے تعین کے بعد یہ بھی ضروری ہے کہ اسے حاصل کرنے کے ذرائع کا جائزہ لیا جائے۔ ظاہر ہے کہ ملی مقاصد کے حصول کے لئے ہمیں ملی سطح پر ہی ذرائع اختیار کرنے ہوں گے۔ آپ میرے ساتھ اتفاق کریں گے۔ کہ اتنا عظیم انقلاب برپا کرنے کے لئے ملی نظام تعلیم سے بڑھ کر کوئی اور ذریعہ موثر اور دور رس نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ مسئلہ کی اہمیت کے پیش نظر صدر محمد ایوب خاں کی انقلابی حکومت نے مروجہ نظام تعلیم کا جائزہ لینے اور اس میں خاطر خواہ رد و بدل کرنے کی سفارش کرنے کے لئے ایک قومی کمیشن بٹھایا۔ اس تعلیمی کمیشن نے اپنی رپورٹ میں اس بات پر زور دیا کہ پاکستان کو دوسری ترقی یافتہ قوموں کے دوش بدوش لا کھڑا کرنے کے لئے ہمیں اپنے نظام تعلیم کی تشکیل نو اس انداز سے کرنی ہو گی کہ سائنس اور ٹیکنالوجی اس کی رگ رگ میں سرایت کر جائے۔ اور پوری قوم کا ذہن اور مزاج وقت کے تقاضوں کے مطابق سائنس اور سائنسی انداز فکر سے پوری طرح ہم آہنگ ہو جائے۔

اس مقصد کو سامنے رکھ کر حکومت نے تعلیمی سفارشات کے تحت ملک میں دو زرعی اور دو انجینئرنگ یونیورسٹیاں قائم کیں۔ مغربی پاکستان کی زرعی یونیورسٹی آپ کے ہمسایہ شہر لائل پور میں بنائی گئی۔ جس میں مجھے کام کرنے کا شرف حاصل ہے یہاں اس وقت تیرہ سو طلباء زراعت۔ زرعی اقتصادیات۔ زرعی انجینئرنگ۔ حیوانات کی پرورش اور تحفظ کے طریقوں کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ اور اساتذہ اور پوسٹ گریجوایٹ طلباء تقریباً چھ سو ریسرچ پروجیکٹس پر کام کر رہے ہیں۔

زرعی یونیورسٹی اور فنی تعلیم کے دیگر مراکز کا قیام ملک میں سائنسی جوہر کی پرورش اور سائنس کے حصول کے لئے ازبس ضروری ہے۔ مگر قوم کی تشکیل نو کا مقصد محض ان اقدام سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس کے لئے لازم ہے کہ قوم اس نئے پیدا شدہ علم کو قبول کرے۔ اور ان مراکز کے تربیت یافتہ افراد کی صلاحیتوں سے پوری طرح استفادہ کرے۔ جو بلاشبہ صحیح خطوط پر اس کی راہ نمائی کر سکتے ہیں۔

یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہو سکتا ہے جب سائنس کو قوم کی غالب اکثریت میں مقبول بنانے کے لئے پیہم کوشش کی جائے ان میں سائنسی طریق کار کو سمجھنے کی استعداد پیدا ہو جائے۔ کہ زندگی کے مسائل پر سائنسی انداز سے سوچنے کا سلیقہ سیکھ جائیں۔

اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ اس وقت قوم کو ترقی کی منزل تک پہنچانے کے لئے سائنسدانوں، ڈاکٹروں انجینئروں اور زرعی ماہروں کی اشد ضرورت ہے۔ مگر ہمارے سینکڑوں ماہرین دوسرے غیر ملکوں میں کام کر رہے ہیں۔ کیونکہ ہماری سوسائٹی ان کی خدمات سے مناسب فائدہ اٹھانے کے لئے

تیار نہیں ہے

بسکہ گردوں سفلہ و دوں پرور است
تانے بر مردے کہ صاحب جوہر است

اس وقت ہمارا معاشرہ دو طبقوں میں بٹا ہوا ہے۔ ایک طرف قلیل تعداد ان افراد کی ہے جنہوں نے سائنسی اندازِ فکر میں تربیت پائی ہے۔ اور دوسری طرف غالب اکثریت ان لوگوں کی ہے جن کا طرزِ فکر فرسودہ ہے۔ جب تک قوم کی اکثریت میں سائنسی شعور پیدا نہیں ہوتا۔ اور اکثریت ان تربیت یافتہ افراد کو نہیں اپناتی۔ اس وقت تک ان دونوں طبقوں کے راستے الگ الگ رہیں گے۔ اور قومی کاوش کے اس انتشار کے باعث ہم اپنی منزلِ مقصود تک نہیں پہنچ سکیں گے۔

میرے نزدیک قوم کی اکثریت میں سیاسی شعور پیدا کرنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ سائنس اور ٹیکنالوجی کے تصور اور ان کی تعلیم کو ہمارے نظامِ تعلیم کے ہر درجے میں رائج کیا جائے۔ اور ملک کے سب سکول، کالج اور یونیورسٹیاں اس جدوجہد میں نہ صرف شریک ہوں بلکہ ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔

میں اس سلسلہ میں آپ کی توجہ اس امر کی طرف دلانا چاہتا ہوں کہ سائنس کی تعلیم کا مقصد محض سائنسی معلومات حاصل کر لینا ہی نہیں۔ اس سے زیادہ اہم سوال نوجوانوں میں سائنسی نکتہ نگاہ اور اندازِ فکر پیدا کرنے کا ہے۔ ہمیں اپنی درسگاہوں کے طریق تعلیم میں ایسی تبدیلی کرنی ہوگی کہ جس سے نوجوان طلبہ کی تخلیقی قوتیں بیدار ہوں۔ ان میں جستجو اور تجسس کا جذبہ پیدا ہو۔ اور ان کی دریافت مشاہدہ اور تجربہ پر مبنی ہو۔ وہ مروجہ طریق کار کو بے تکلف چیلنج کریں۔ اور نت نئے اور بہتر سے بہتر ذرائع تلاش کریں اور ایجاد کریں

آپ کا کالج اور اسی نوعیت کے سینکڑوں ادارے قومی ترقی کی اس بنیادی مہم میں نہایت اہم کردار ادا کر سکتے ہیں تعلیم الاسلام کالج ایک ایسا ادارہ ہے جس کی داغ بیل بھی ملی ترقی کے اسی مشن کے مطابق رکھی گئی ہے۔ اس کالج نے پندرہ سال کے قلیل عرصہ میں اپنے حلقۂ اثر میں ذہنی اور اخلاقی ترقی کے لئے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں وہ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ جناب پرنسپل صاحب نے اپنی سالانہ رپورٹ میں جن امور کی نشان دہی کی ہے وہ اس کے شاہد ہیں کہ یہ کالج پاکستان کی ترقی کی شاہراہ پر ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور اس کے سامنے بھی وہی مقاصد ہیں۔ جن کا حصول ہمیں ترقی یافتہ اقوام کی صف میں لا کھڑا کرے گا۔ مجھے یقین واثق ہے کہ سائنس اور سائنسی اندازِ فکر کا حصول اس ادارہ کے مقاصد میں ممتاز سے ممتاز تر جگہ پا کر قوم کیلئے نشأۃ ثانیہ کا پیش خیمہ ثابت ہوگا۔

میں آخر میں صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کا۔ اس جلسہ کے منتظمین کا اور آپ سب حضرات کا پھر شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کہ آپ نے مجھے تبادلۂ خیالات کا یہ موقعہ میسر کیا۔ میں کامیاب طلباء کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں دونوں جہانوں کی نعمتوں سے مالا مال کرے۔ اور ملک و قوم اور بنی نوع انسان کی خدمت کرنے کی توفیق ارزانی کرے۔ آمین

پاکستان پائندہ باد

(ڈاکٹر) ظفر علی ہاشمی
وائس چانسلر مغربی پاکستان زرعی یونیورسٹی
لائل پور ۱۴/۳/۶۵

عظمتِ تحریکِ جدید

جس قدر تحریک کی عظمت عیاں ہوتی گئی
عام اتنی رحمتِ ربِ جہاں ہوتی گئی

دیکھنے میں تھے بظاہر یہ فقط انیس[19] گرد
استوار ان سے بنائے دو جہاں ہوتی گئی

جب سے سادہ زندگی ہم نے کیا اپنا شعار
زندگانی کامیاب و کامراں ہوتی گئی

دفترِ اول نے رکھی ایک بنیادِ جہاں
دفترِ ثانی سے تزئینِ جہاں ہوتی گئی

کامرانی ہم نے پائی آج دنیا ہے گواہ
اور ناکامی نصیبِ دشمناں ہوتی گئی

یہ مساجد۔ یہ تجلّی۔ ابرِ انوارِ کرم
جو زمیں ہم نے بسائی قادیاں ہوتی گئی

ذاتِ باری سے تعلق جس قدر بڑھتا گیا
عمرِ فانی بڑھ کے عمرِ جاوداں ہوتی گئی

رفتہ رفتہ فطرتِ انساں ہوئی مائل بہ حق
ہوتے ہوتے خود مشیت پاسباں ہوتی گئی

جذبۂ ایثار اتنا تو نہ تھا ہم میں بلند
پھر بھی یہ دُنیا ہماری نغمہ خواں ہوتی گئی

عبدالسلام اختر پرنسپل تعلیم الاسلام کالج گھٹیالیاں

"رحمت کے نشان دکھلانا قدیم سے خدا کی عادت ہے۔ مگر تم اس حالت میں اس عادت سے حصہ لے سکتے ہو کہ تم میں اور اس میں کچھ جدائی نہ رہے اور تمہاری مرضی اس کی مرضی اور تمہاری خواہشیں اس کی خواہشیں ہو جائیں اور تمہارا سر ہر ایک وقت اور ہر ایک حالت مرادیابی اور نامرادی میں اس کے آستانہ پر پڑا رہے تا جو چاہے سو کرے۔ اگر تم ایسا کرو گے تو تم میں وہ خدا ظاہر ہوگا جس نے مدت سے اپنا چہرہ چھپا لیا ہے۔ کیا کوئی تم میں ہے جو اس پر عمل کرے اور اس کی رضا کا طالب ہو جائے اور اس کی قضا و قدر پر ناراض نہ ہو"

(کشتی نوح صفحہ ۱۵)

(بقیہ صفحہ ۵)

۴۴۔ کاش کہ آپ اور آپ کی قوم کے لوگ اس سنہری اصل کی قیمت پا سکیں۔ اور اس پر عمل کر سکیں۔ ورنہ آپ یہ نوٹ فرمالیں کہ:-

"جس قسم کی سکھی کو تعصب فرقہ پرستی اور وہم کے سہارے دے دے کر قائم رکھا گیا ہے وہ زیادہ دیر تک قائم نہیں رکھی جا سکتی۔"

(ترجمہ از پریت لڑی۔ مئی ۱۹۴۸ء)

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ علیہ السلام نے اس سلسلہ میں ہماری کیا اچھی راہنمائی فرمائی ہے۔ کہ:-

"ہر ایک فریق کے نیک دل اور شریف آدمی کو چاہیئے کہ خود غرض بادشاہوں اور راجاؤں کے قصوں کو درمیان میں لا کر خواہ مخواہ انکے بیجا کینوں سے آپ حصہ نہ لے۔ وہ ایک قوم تھی جو گذر گئی انکے اعمال ان کیلئے اور ہمارے اعمال ہمارے لئے ہمیں چاہیئے کہ اپنی کھیتی میں ان کے کانٹوں کو نہ بوئیں۔" (ست بچن صفحہ ۱۰۹)

(باقی)

مرکزی سکھ عجائب گھر امرتسر

(از مکرم عباد اللہ صاحب گیانی)

کچھ عرصہ سے شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی کی طرف سے امرتسر میں ایک مرکزی عجائب گھر قائم کیا جا رہا ہے۔ اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ہمارے سکھ دوستوں نے موجودہ زمانہ کے مصوروں سے ایسی فرضی تصاویر تیار کروائی ہیں۔ جن میں مسلمانوں کے مظالم پیش کئے گئے ہیں۔

خاکسار نے اس سلسلہ میں ایک مضمون کے ذریعہ (جو امرتسر کے کثیر الاشاعت اور مشہور و معروف ماہنامہ "پریت لڑی" کے جنوری ۱۹۶۵ء کے پرچہ میں شائع ہوا تھا) سکھوں کے سمجھدار طبقہ کو اس امر کی طرف توجہ دلائی تھی کہ ایسی تصاویر یا ایسے عجائب گھر نفرت، عداوت اور تلخی بڑھانے کا موجب ہوں گے۔ اس لئے یہ طریق اختیار نہ کیا جائے۔

خاکسار نے اپنے اس مضمون میں یہ بھی بیان کیا تھا کہ اگر ہم مسلمان بھی آپ کی تقلید میں پاکستان میں سکھ تاریخ کے اس حصہ کی تصاویر تیار کروا دیں جن میں سکھ مؤرخین کے بیان کے مطابق ہی سکھوں نے مسلمانوں پر بے پناہ ظلم کئے ہیں۔ یعنی جن میں سکھوں کا اذانیں دیتے اور نمازیں پڑھتے مسلمانوں کا قتل کرتا دکھایا جائے۔ یا سکھوں کا مسجدوں کو مسمار کرتے اور قرآن شریف کے نسخوں کو تلف کرتے آشکار کیا جائے یا بے شمار مسلمان عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور جوانوں کا سکھوں کے ہاتھوں کشت و خون واضح کیا جائے۔ یا ایسی تصاویر تیار کروائی جائیں جن میں سکھوں کا مسلمان حاملہ عورتوں کے شکم چاک کر کے ان کے پیٹوں سے بچے نکال کر ٹکڑے ٹکڑے کرتے دکھایا جائے۔ تو اس کا نتیجہ سوائے تلخی بڑھنے کے اور کچھ نہ ہوگا۔

خاکسار کے اس مضمون کی اشاعت پر سکھ دنیا میں ایک شور برپا ہو گیا۔ بعض نے خاکسار کی تائید میں اور بعض نے تردید میں چٹھیوں اور مضمونوں کی بھرمار کر دی۔ جن لوگوں نے خاکسار کی تردید کی ہے انہوں نے سب سے بڑی بات یہ بیان کی ہے کہ سکھ تاریخ میں مسلمانوں کے جو مظالم مذکور ہیں وہ تو درست ہیں۔ اور تاریخ کے عین مطابق ہیں۔ اس لئے ان کی تصاویر تیار کرنا تاریخ کو تصویری زبان میں پیش کرنا ہے اور سکھوں کو اس کا حق حاصل ہے۔ خاکسار کو اس پر ناراض نہیں ہونا چاہیئے۔ لیکن سکھ تاریخ میں سکھوں کے جو مظالم مسلمانوں پر کئے جانے مرقوم ہیں۔ وہ غلط ہیں اور بے بنیاد ہیں۔ سکھ مؤرخین نے یہ جھوٹے قصے بیان کئے ہیں۔ چنانچہ ایک سکھ دوست اجیت سنگھ جی راج ونشی کشمیر نے اپنی چٹھی محررہ ۱۰ فروری ۱۹۶۵ء میں لکھا ہے کہ:۔

"جس تاریخ کے حوالے گیانی عباد اللہ جی نے دیئے ہیں وہ فرضی تاریخ سکھ ہسٹری کے میدان میں کوئی جگہ نہیں رکھتی اور نہ مستند ہے یہ تاریخ کسی تاریخی تحقیق سے ناواقف اور نابلد نے مذہبی جوش میں آج سے نصف پون صدی قبل لکھ کر سکھ آچرن کو داغ لگایا ہے۔"

ہم ایسے معزز دوستوں کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ انہیں اس بارہ میں انصاف سے کام لینا چاہیئے۔ اگر ان کے نزدیک ان کا یہ بیان کر دینا کافی ہے کہ سکھ مؤرخین نے سکھوں کے مظالم سے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ غلط ہے۔ اور اس سے ان تمام مظالم کا رد ہو جاتا ہے۔ جو سکھوں نے وقتاً فوقتاً مسلمانوں پر کئے تھے تو اس صورت میں ہم یہ عرض کر دینا ہی مناسب خیال کرتے ہیں کہ نئے یا پرانے سکھ مصنفین اور سکھ مؤرخین نے مسلمان حکمرانوں پر جو الزامات دیئے ہیں۔ وہ بھی محض غلط ہیں۔ جن کی کوئی سند نہیں ایسے دوستوں کو ٹھنڈے دل سے سوچنا چاہیئے کہ جن لوگوں نے اپنے بزرگوں پر (بقول ان کے) جھوٹے الزام لگانے سے دریغ نہیں کیا مسلمان حکمران ان سے کیونکر بچ سکتے تھے۔ اس صورت میں تو ساری کی ساری سکھ تاریخ غیر مستند اور غلط قرار پائے گی۔ ایسی تاریخ کی بناء پر سکھ عجائب گھر میں مسلمانوں کے مظالم کی تصاویر تیار کروانا تو سراسر بے انصافی اور تعصب ہوگا۔

جمشید پور سے ایک معزز سکھ دوست سردار گوبند جی نے اپنی چٹھی میں بیان کیا ہے کہ:۔

"پیارے عباد اللہ جی۔

میں نے آپ کی چٹھی جنوری کی پریت لڑی میں پڑھی اور میرا دل باغ باغ ہو گیا۔ میرے اور آپ کے خیالات کتنے ملتے ہیں۔ میں نے اس مسئلہ سے متعلق شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی کو، دھرم پرچار کمیٹی کو اور دوسرے پنتھک لیڈروں کو کئی چٹھیاں ارسال کیں کہ پرانے خیالات کو ترک کر کے اور پرانی دشمنی کو نظر انداز کر کے ایسی کوشش کی جائے کہ جس سے سکھوں اور مسلمانوں میں نفرت کم ہو۔ اور باہمی محبت کے جذبات بڑھیں۔ پرانی تاریخ کو بدل کر صحیح تحقیق کر کے اسکا سدھار کیا جائے اور ان کتب میں اس قسم کی کوئی بھی بات درج نہ ہونے دی جائے جس سے باہمی نفرت پیدا ہو۔ اور عداوت بڑھے۔

مگر کوئی مناسب جواب نہ ملنے کی وجہ سے میں مایوس ہو گیا تھا۔ لیکن آپ کا مضمون پڑھ کر میرا دل امنگ سے بھر گیا ہے کہ ہم ایک سے دو ہو گئے ہیں۔ اگر کوشش جاری رکھی گئی تو ضرور کامیاب ہوں گے۔ گیانی جی چٹھی کا جواب ضرور دیں۔

خاکسار۔ گوبند سنگھ جمشید پور (بہار)"۔

اس سلسلہ میں خاکسار کو شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی کے قائم کردہ شعبہ انفارمیشن کے انچارج سردار ہری سنگھ شیر گل کی ایک چٹھی بھی ملی ہے۔ اس میں بھی انہوں نے یہی پہلو اختیار کیا ہے۔ کہ سکھ عجائب گھر میں مسلمانوں کے مظالم کی جو تصاویر بنائی گئی ہیں۔ وہ ہماری تاریخ کا حصہ ہیں اور ایسی تصاویر تیار کروانا ہمارا حق ہے۔ اس طرح ہم اپنی آئندہ آنے والی نسلوں کو اپنے بزرگانِ سلف کے کارناموں سے واقف کرانا چاہتے ہیں۔

خاکسار نے اس کے جواب میں ایک چٹھی بصیغہ رجسٹری شیر گل صاحب کی خدمت میں ارسال کی ہے۔ اس کا اردو ترجمہ قارئین الفضل کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے:۔

نقل چٹھی

"جناب من۔

آپ کی ٹائپ شدہ لمبی چوڑی اس چٹھی کی نقل جو آپ نے میرے معزز دوست ایڈیٹر صاحب رسالہ پریت لڑی کو ارسال کی ہے۔ خاکسار کو بھی موصول ہوئی۔ خاکسار نے یہ چٹھی بغور پڑھی ہے میں بہت حیران ہوں کہ ایک ذمہ دار ادارہ کے معزز رکن نے یہ کیا لکھا ہے۔ میرے دوست میری تمنا یہی ہے کہ ہم دونوں فریق گورو نانک جی کے اس ارشاد

سانجھ کریجے گناں کیری چھوڈ اوگن چلیئے

کو صدق دل سے اپنا لیں اور ایسے عجائب گھر بنائیں۔ جو ہمارے دلوں میں پیار اور محبت کے جذبات پیدا کریں ہمیں ایک دوسرے کے قریب کرنیوالے ہوں۔ یعنی عداوت۔ بغض اور منافرت بڑھانیکا موجب نہ ہوں۔ اگر کبھی کسی نے کسی پر کوئی ظلم کیا ہے۔ تو وہ خود ہی اپنے کئے کا پھل خدا تعالیٰ سے پائیگا۔ میرے نزدیک نفرت انسانیت کے بڑے دشمنوں میں سے ہے۔ اس سے بچنے کی کوشش ہی کلید کامیابی ہے۔ میں تمام مسلمان حکمرانوں کو فرشتے یا معصوم عن الخطاء نہیں سمجھتا۔ میرے نزدیک اگر ان میں سے کوئی برا تھا تو ملائک صفت اور روشن ضمیروں کی بھی کمی نہ تھی۔ آپ بھی اس بات کا انکار نہیں کریں گے کہ سکھوں میں بھی کئی کالی بھیڑیں ہوئی ہیں جنہوں نے بڑے بڑے ظلم کمائے ہیں اور مسلمانوں کو چڑانے کیلئے پیشاب کا نام "آبِ زمزم" اور پاخانہ کا نام "کعبہ" رکھنے کی جسارت کی ہے۔ کیا آپ ایسے لوگوں پر فخر کر سکتے ہیں؟ یا یہ بتا سکتے ہیں کہ کسی مسلمان نے بھی پیشاب کو "کھنڈے کا امرت" اور پاخانہ کو کیس گڑھ وغیرہ بیان کیا ہو۔

آپ نے بڑے زور شور سے یہ بیان کیا ہے کہ:۔

"کیا سکھوں کو اپنے بزرگوں شہیدوں کے یہ عظیم الشان کارنامے اپنی آنیوالی نسلوں کو بتانے کا حق نہیں؟ اسی خیال سے وہ تصاویر جن پر برادرم عباد اللہ جی نے ناراضگی ظاہر کی ہے سکھ عجائب گھر میں بنوا کر رکھی گئی ہیں۔ یہ واقعات سکھوں کی شہیدی تاریخ کی جند جان ہیں۔ جن سے آنے والی نسلوں نے اپنے ماضی سے واقفیت حاصل کرنی ہے۔ اور خالصئی کردار سے اشتراک پیدا کرنا ہے ...... تاریخی اہمیت کا یہ تقاضا ہے کہ تاریخی ضروریات پورا کرنے کی غرض سے ان کی جوں کی توں تصاویر بنائی جائیں۔"

"جناب عالی۔ میں یہ عاجزانہ درخواست کرتا ہوں۔ کہ اپنے مندرجہ بالا بیان کو ایک مرتبہ پھر پڑھ لیں میں اسکا جواب "پریت لڑی" میں شائع شدہ اپنی چٹھی میں دے چکا ہوں اور لکھ چکا ہوں۔ کہ:۔

"ممکن ہے کہ کوئی صاحب یہ کہدے کہ ان تصاویر میں سکھ تاریخ کے مطابق پیش آمدہ واقعات کو جمع کیا گیا ہے ..... وہ لٹریچر ہماری اس طرف بھی راہنمائی کرتا ہے کہ سکھ ایک آدم خور قوم تھی۔" (ترجمہ از پریت لڑی۔ جنوری ۱۹۶۵ء)

میرے معزز بھائی۔ میں آپ سے یہ دریافت کرتا ہوں کہ کیا آپ کے سکھ مؤرخین نے آپ کے بزرگوں کے یہ کارنامے بیان نہیں کئے کہ انہوں نے اذانیں دیتے اور نمازیں پڑھتے مسلمانوں کو قتل کیا تھا۔ مساجد گرائیں تھیں۔ اور قرآن شریف تلف کئے تھے۔ اور اس کرتب کو سکھ مذہب کے مطابق ثابت کرنیکی غرض سے گورو گوبند سنگھ جی کا یہ حکم بیان کیا تھا۔ کہ

مڑھی گوردیول ستاں گرانیگ

تو ہی اک اکال ہر ہر جاپنگ

مٹے وید شاستر اٹھاراں پورانگ

مٹے بانگ صلوٰۃ سنت قرانگ (اگر دنتی کی وار)

اسیطرح انہوں نے بیشمار مسلمان عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور جوانوں کے خون میں بھی ہاتھ رنگے تھے۔ یہانتک کہ حاملہ مسلمان عورتوں کے شکم چاک کر کرکے انکے پیٹوں سے بچے نکال نکال کر ٹکڑے ٹکڑے کئے تھے۔ کیا آپ اس تاریخ کی تصاویر بنانے کے لئے تیار ہیں؟ یہ بھی تو سکھ تاریخ ہے۔ جو سکھ مؤرخین کی ہی تیار کردہ ہے۔ اگر نہیں تو کیا پھر آپ کا یہ طریق جانبدارانہ ثابت نہ ہوگا؟ اور آپ پر میٹھا میٹھا ہڑپ اور کڑوا کڑوا تھوہ کی کہاوت صادق نہ آئے گی؟ کیا ہم مسلمان اگر اپنی آنے والی نسلوں کو آپ کے بزرگوں کے درندگی بھرے ان کارناموں سے واقف کرانے کیلئے ان کی تصاویر تیار کروا دیں تو خندہ پیشانی سے برداشت کر لیں گے؟ اور کیا اس کا نتیجہ پیار اور محبت کے جذبات پیدا ہونے کی صورت میں ظاہر ہوگا؟ اگر نہیں تو آپ ایسا راستہ کیوں اختیار کر رہے ہیں جو نفرت بڑھانے کا موجب ہوگا۔ میں نے اس بات پر ناراضگی ظاہر نہیں کی کہ آپ اپنی تاریخ کو تصویری زبان میں کیوں پیش کر رہے ہیں؟ بلکہ اس پر شکوہ کیا ہے کہ آپ تاریخ کا ایک پہلو ظاہر کر رہے ہیں اور دوسرا پوشیدہ رکھ رہے ہیں۔ دیانتداری کا یہ تقاضا ہے کہ تاریخ کے دونوں پہلو آپ خود ہی تصویروں کے ذریعہ پیش کر دیں۔ پھر مجھے یا کسی اور کو شکوہ کرنے کا کوئی حق نہ ہوگا۔ لیکن میری ذاتی رائے پھر بھی یہی رہے گی۔ کہ "سانجھ کریجے گناہ کیری چھوڑ اوگن چلیئے" کا سنہری اصول ہمارے مستقبل کو شاندار بنا سکتا ہے۔ بری باتوں کو سامنے لانے سے منافرت اور عداوت بڑھے گی۔ - ۴۴ - (صفحہ ۴ پر ملاحظہ فرمائیے)

نقشہ وصولی وعدہ جات وقفِ جدید

وقفِ جدید انجمن احمدیہ کا آٹھواں سال یکم جنوری ۱۹۶۵ء سے شروع ہو چکا ہے ۲۸ فروری ۱۹۶۵ء تک جماعتوں کی طرف سے جس قدر وعدہ جات وصول ہو چکے ہیں ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(ناظم مال وقفِ جدید)

ضلع	تعداد جماعت	وصولی وعدہ جات فیصد	ضلع	تعداد جماعت	وصولی وعدہ جات فیصد
سرگودھا	۷۵	۲۹	گوجرانوالہ	۵۰	۲۴
میانوالی	۸	۲۵	راولپنڈی	۱۰	۴۰
لائل پور	۱۲۵	۱۸	جہلم	۲۰	۳۵
جھنگ	۳۶	۱۴	گجرات	۵۵	۲۷
مظفر گڑھ	۱۲	۳۳	کیمل پور	۸	۳۷½
ملتان	۵۵	۲۰	پشاور	۸	۵۰
ڈیرہ غازیخان	۱۴	۳۳	ایبٹ آباد	۶	۶۶
رحیم یارخان	۲۰	۴۰	آزاد کشمیر	۱۲	۱۶½
بہاولپور	۱۲	۲۵	حیدرآباد	۲۵	۳۲
بہاولنگر	۳۰	۱۰	تھرپارکر	۲۵	۴۰
لاہور	۲۵	۲۰	لاڑکانہ	۳	۳۳
شیخوپورہ	۵۵	۲۰	خیرپور	۸	۶۲½
منٹگمری	۳۶	۳۳	سکھر	۴	۲۵
سیالکوٹ	۱۰۵	۲۱	جیکب آباد	۱	۱۰۰

قائدین مجالس توجہ فرمائیں

قائدین مجالس کو مرکز سے براہ راست اور قائدین اضلاع و علاقہ کی معرفت اکثر توجہ دلائی گئی ہے۔ مجالس کی ماہانہ کارگذاری کی رپورٹ ہر ماہ کی دس تاریخ تک سپرد ڈاک ہو جانی چاہیئے تاکہ پندرہ تاریخ سے پہلے مرکز میں پہنچ جائے۔ مگر ابھی بہت سے قائدین ایسے ہیں جو اس طرف پوری توجہ نہیں دے رہے۔ رپورٹ بھجوانے کے لئے ضروری ہے کہ مطبوعہ رپورٹ فارم کی مکمل خانہ پُری معین اعداد و شمار کے ساتھ کی جائے۔ اسی طرح رپورٹ فارم پُر کرتے وقت اس کا خیال رکھا جائے کہ ان امور کا بھی اندراج ہو جو مہتممین مرکزیہ نے شعبہ جات کی گذشتہ رپورٹس پر اپنے ماہوار تبصرہ میں دریافت کئے ہیں۔ اور جس شعبہ میں آپ کی مجلس کا کوئی کام نہ ہو وہاں یہ لکھا جائے کہ کوئی کام نہیں ہوا۔ رپورٹ صرف ایک کارڈ (خط) پر بھجوا دینا درست نہیں۔ البتہ اگر مطبوعہ فارم آپ کی رپورٹ کے لئے ناکافی ہو تو زائد کاغذ ساتھ لگائے جا سکتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ تمام قائدین ہر ماہ بروقت مکمل رپورٹ بھجوا کر فرض شناسی کا ثبوت دیں گے۔

معتمد مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ

ضروری اعلان برائے مجالس خدام الاحمدیہ

خدام الاحمدیہ کے رواں سال کو شروع ہوئے چار ماہ گزر چکے ہیں اس لحاظ سے تمام مجالس کو اپنے بجٹوں کے ایک تہائی حصہ کی ادائیگی کر دینی چاہیئے تھی۔ مگر صورت حال اس کے برعکس ہے۔ اور بہت کم مجالس نے اس طرف توجہ دی ہے

قائدین مجالس سے التماس ہے کہ وہ اس طرف فوری توجہ فرمائیں اور گذشتہ کمی کو پورا فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

مہتمم مال خدام الاحمدیہ مرکزیہ

درخواستہائے دُعا

- میری ممانی صاحبہ کچھ عرصہ سے بیمار ہیں اور آجکل سول ہسپتال جہلم میں داخل ہیں۔
  (حمیدہ اختر بنت ملک فضل دین صاحب کلرک دفتر خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ)
- میرے بڑے بھائی نصیر الدین صاحب بھٹی دو ہفتے سے عارضہ دل سے بیمار ہیں۔
  (خاکسار جمال ناصر حال واہ کینٹ)
- خاکسار کے بڑے بھائی میاں فخر الدین صاحب الیکٹریشن احمد نگر میں سخت بیمار ہیں۔
  (خاکسار عبدالمنان شاہد مربی۔ لیہ ضلع مظفر گڑھ)
- میری بیوی ناصرہ نسرین بعارضہ لقوہ بیمار ہے۔ (چوہدری محمد اسلم معرفت مراد ٹریڈرز کھجور منڈی گوجرانوالہ)
- میرے اباجان ڈاکٹر سید جنود اللہ صاحب چند یوم سے ٹائیفائیڈ بخار سے صاحب فراش ہیں۔ کمزوری بہت ہے۔ (مسرت جہاں بنت ڈاکٹر سید جنود اللہ صاحب)
- میرے ناناجان محمد بوڑھا خاں صاحب کافی عرصہ سے دمہ کی بیماری میں مبتلا ہیں۔
  (خاکسار عبدالرشید ندیم دہم بی سکنہ چک $\frac{\text{۳}}{\text{M.B}}$ قائدآباد۔ سرگودھا)
- میرا عزیز بیٹا ثناء اللہ ایس ڈی او کراچی میں بیمار ہے۔
  (خاکسار محمد شفیع دہلی کلاتھ ہاؤس ریل بازار گوجرانوالہ)
- خاکسار کی والدہ لائل پور میں چند روز سے سخت بیمار ہیں۔ (ہارون الرشید ارشد ادٹرام ڈکی)
- بندہ کی اہلیہ بعارضہ بخار بیمار ہے۔ بندہ پر عدالت میں دعوے بھی دائر ہے۔ (احمدیہ دار الشفاء گوجرانوالہ)
- میرے ناناجان محترم چوہدری نور احمد خاں صاحب تاحال بعارضہ اعصابی تکلیف بیمار ہیں۔
- نیز میری بڑی ہمشیرہ صاحبہ سرداری بیگم اہلیہ ڈاکٹر بشیر احمد خاں صاحب بھی اعصابی تکلیف سے بیمار ہیں۔
  (کرامت احمد خاں ڈسپنسر فضل عمر ہسپتال ربوہ)

احباب ان سب کے لئے دُعا فرما دیں۔

وصایا

ضروری نوٹ :- مندرجہ ذیل وصایا مجلس کارپرداز اور صدر انجمن احمدیہ کی منظوری سے قبل صرف اس لئے شائع کی جارہی ہیں تاکہ اگر کسی صاحب کو ان وصایا میں سے کسی وصیت کے متعلق کسی جہت سے کوئی اعتراض ہو تو وہ دفتر بہشتی مقبرہ کو ۱۵ دن کے اندر اندر تحریری طور پر ضروری تفصیل سے آگاہ فرمائیں۔

۲۔ ان وصایا کو جو نمبر دیئے گئے ہیں وہ ہرگز وصیت نمبر نہیں ہیں بلکہ یہ مثل نمبر ہیں۔ وصیت نمبر صدر انجمن احمدیہ کی منظوری حاصل ہونے پر دیئے جائیں گے۔

۳۔ وصیت کی منظوری تک وصیت کنندہ اگر چاہے تو اس عرصہ میں چندہ عام ادا کرتا ہے مگر بہتر یہی ہے کہ وہ حصہ آمد ادا کرے کیونکہ وہ وصیت کی نیت کر چکا ہے

وصیت کنندگان سیکرٹری صاحبان مال اور سیکرٹری صاحبان وصایا اس بات کو نوٹ فرمالیں

(سیکرٹری مجلس کارپرداز۔ ربوہ)

مثل نمبر ۱۷۶۲۹ :- منیرالدین عبیداللہ

ولد حافظ بشیرالدین عبیداللہ صاحب قوم راجپوت کھوکھر پیشہ طالب علم عمر ۲۱ سال تاریخ بیعت پیدائشی ساکن ربوہ ضلع جھنگ بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۲/۲/۶۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری جائداد منقولہ و غیر منقولہ کوئی نہیں۔ میں طالب علم ہوں۔ مجھے -/۱۰ روپے ماہوار جیب خرچ ملتا ہے میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہوگی ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میری وفات کے بعد جس قدر میرا متروکہ ثابت ہو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک بھی صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی میری وصیت تاریخ تحریر سے جاری فرمائی جائے۔ العبد منیرالدین عبیداللہ بقلم خود۔ گواہ شد بشیرالدین عبیداللہ۔ صدر حلقہ دارالصدر جنوبی ربوہ۔ گواہ شد۔ عبدالعزیز مہتمم مقامی خدام الاحمدیہ مرکزیہ۔ ربوہ۔ ۱/۱/۶۵

مثل نمبر ۱۷۶۳۰ :- میں جان محمد ولد بوٹا صاحب قوم

بھٹی پیشہ زمیندارہ عمر ۵۷ سال تاریخ بیعت ۱۹۳۰ء ربوہ ضلع جھنگ بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۴/۲/۶۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری جائداد اس وقت ایک بھینس بالیتی -/۵۰۰ روپے کی ہے اس کے علاوہ مجھے معمولی کاروبار کے ذریعہ مبلغ -/۴۰ روپے ماہوار آمد ہے۔ میں اپنی مذکورہ بالا جائداد اور آمد جو بھی ہوگی اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں اگر اس کے بعد کوئی جائداد پیدا کروں یا بوقت وفات میرا متروکہ ثابت ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔ میری وصیت تاریخ منظوری انجمن سے جاری فرمائی جائے العبد۔ نشان انگوٹھا جان محمد۔ گواہ شد عبدالعزیز ولد چراغ دین صاحب پریذیڈنٹ دارالصدر جنوبی ربوہ۔ گواہ شد۔ سید مبارک احمد سرور انسپکٹر وصایا۔ ربوہ۔

درخواست دعا

عزیزہ بشریٰ (سلویا) متعلمہ ریلوے گرلز سکول لاہور کا بورڈ کا امتحان ہو رہا ہے۔ بزرگان سلسلہ و دیگر احباب سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ عزیزہ کو نمایاں کامیابی عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

(خاکسار محمد شریف۔ ربوہ)

اعلان نکاح

برادرم عبدالحمید صاحب ڈار ابن میاں غلام رسول صاحب محلہ دارالصدر غربی۔ ربوہ کا نکاح ہمراہ مسماۃ صادقہ بیگم صاحبہ دختر سید بشیر احمد صاحب محلہ دارالرحمت شرقی ربوہ۔ مبلغ ایک ہزار روپیہ مہر پر محترم حافظ محمد رمضان صاحب نے مورخہ ۱۵/۳/۶۵ کو بعد نماز مغرب مسجد دارالرحمت وسطی میں پڑھا۔ احباب اس رشتہ کے فریقین کے لئے بابرکت ثابت ہونے کے لئے دعا فرمائیں۔

خاکسار جلال الدین ابن میاں عبدالستار صاحب کشمیری مرحوم محلہ دارالرحمت وسطی۔ ربوہ

نوٹس

۱۔ ایک ڈبہ کوئلہ بغیر کوئلہ تقسیم کئے لاہور چھاؤنی میں پڑا ہے جو کہ ۲ اپریل ۱۹۶۵ء بوقت ۱۰ بجے بذریعہ نیلام عام فروخت ہوگا۔

۲۔ ۲ ڈبے کوئلہ بغیر تقسیم ہوئے چھانگا مانگا کے مقام پر پڑا ہے اسے ۳ اپریل ۱۹۶۵ء بوقت ۱۰ بجے بذریعہ نیلام عام فروخت کیا جائے گا

ڈویژنل سپرنٹنڈنٹ
پی ڈبلیو آر۔ لاہور

احمدیہ مسجد فرانکفورٹ (مغربی جرمنی) میں پیشگوئی مصلح موعود سے متعلق جلسہ کا انعقاد

جرمنی کے احمدی احباب کے علاوہ بعض غیر از جماعت اور غیر مسلم معززین کی شرکت

(مکرم مولوی فضل الٰہی صاحب انوری مبلغ انچارج فرانکفورٹ مشن)

۲۷ فروری بروز ہفتہ مسجد احمدیہ فرانکفورٹ میں پہلا جلسہ مصلح موعود منعقد کیا گیا۔ جس میں پاکستانی اور جرمن احمدی احباب کے علاوہ بعض غیر از جماعت اور غیر مسلم معززین نے بھی شرکت کی۔ . . . پہلے شریک ہونے والے مہمانوں کو چائے اور ملکی ماکولات پیش کی گئیں۔ بعد ازاں جلسہ کی کارروائی تلاوت قرآن کریم سے شروع ہوئی جو ہمارے پاکستانی نوجوان مکرم محمد شریف صاحب خالد نے نہایت خوش الحانی سے کی۔ تلاوت قرآن کریم کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ایک ٹیپ ریکارڈ کی ہوئی نظم سنائی گئی۔ یہ نظم جو جلسہ سالانہ پر جناب ثاقب صاحب زیروی نے پڑھ کر سنائی تھی حضور کی ایک درد بھری دعائیہ نظم ہے۔ جس میں اسلام اور احمدیت کی ترقی کے متعلق خدا کے حضور دعائیں کی گئی ہیں۔ جلسہ کی پہلی تقریر ہمارے جرمن احمدی مخلص نوجوان مسٹر محمود اسماعیل نے جرمن میں کی۔ جس میں انھوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صاحب اولاد ہونے اور ایک بے نظیر بیٹے کے جانشین ہونے کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور بزرگان سلف کی پیشگوئیاں بیان کرنے کے علاوہ حضور علیہ السلام کے سفر ہوشیارپور اور چالیس روزہ دعاؤں کے نتیجہ میں پسر موعود کی مبشر پیشگوئی پانے کے متعلق جملہ تفصیلات بیان کیں۔ اسی طرح حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ الودود کے عظیم الشان کارناموں میں سے وہ حصہ جو تحریک جدید اور دنیا میں تبلیغی مراکز قائم کرنے کے متعلق ہے خاص طور پر پیش کیا۔ دوسری تقریر مکرم برادرم محمود احمد صاحب چیمہ نے کی۔ آپ نے بائبل، طالمود اور دیگر کتب سلف کے حوالوں سے پیشگوئی مصلح موعود کا پس منظر بیان کرنے کے علاوہ پیشگوئی کے اصل کلمات اور اس کے حقیقی مصداق کے ثبوت میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اپنی تصریحات پیش کیں۔ تیسری تقریر خاکسار نے انگریزی میں اس مضمون پر کی کہ "وہ ظاہری اور باطنی علوم سے پر کیا جائے گا"۔ اس تعلق میں خاکسار نے حضور مصلح موعود کے علمی کارنامے بالخصوص تفسیر قرآن کریم اور بعض اہم تاریخی واقعات کے متعلق حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے قبل از وقت علم دیئے جانے کی مثالیں پیش کیں۔ تقریروں کے بعد حضرت اقدس کی ٹیپ ریکارڈ کی ہوئی تحریک جدید کے متعلق جلسہ سالانہ کی تقریر کا ایک حصہ سنایا گیا۔ اس مبارک جلسہ کی تقریب کا اختتام مکرم محمود احمد صاحب چیمہ نے دعا سے کیا۔

ضروری اعلان
برائے نمائندگان مجلس مشاورت

نظارت امور عامہ نے سیکرٹری امور عامہ کے فرائض شائع کئے ہیں جملہ نمائندگان مجلس مشاورت سے درخواست ہے کہ جب وہ مشاورت پر تشریف لائیں تو نظارت ہذا سے محولہ بالا فرائض کی ایک ایک کاپی لیتے جائیں تاکہ مقامی جماعتوں کے سیکرٹری امور عامہ ان ہدایات کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے فرائض ادا کر سکیں۔

(ناظر امور عامہ)

صدر ایوب کے نام شاہ ایران کا پیغام

راولپنڈی ۱۸ مارچ۔ شہنشاہ ایران نے صدر ایوب کو ایک پیغام بھیجا ہے یہ پیغام ایران کے وزیر خارجہ مسٹر عباس آرام لائے ہیں جو میثاق استنبول کی وزارتی کونسل کے اجلاس میں شرکت کے لئے آج راولپنڈی پہنچے ایرانی وزیر خارجہ نے شہنشاہ ایران کے پیغام کی تفصیلات نہیں بتائیں تاہم انھوں نے یہ کہا ہے کہ مجھے پاکستان آ کر بڑی خوشی ہوئی ہے۔ ایرانی وزیر خارجہ دو دن راولپنڈی قیام کریں گے۔

داہاگرام پر ہندوستانی قبضہ جارحیت کی بدترین مثال ہے
پاکستان کے وزیر داخلہ خان حبیب اللہ خان کا بیان

پشاور۔ ۱۸ مارچ وزیر داخلہ خان حبیب اللہ خان نے اعلان کیا ہے کہ داہاگرام کو خالی کرانے کے لئے حکومت پاکستان مناسب اقدامات کرے گی۔ اس علاقے پر ہفتہ کے روز ہندوستانی فوج نے زبردستی قبضہ کر لیا ہے اور چار ہزار مسلمانوں کو ان کے گھروں سے نکال دیا ہے۔ انھوں نے کل صبح گورنمنٹ ہاؤس میں اخباری نمائندوں سے بات چیت کرتے ہوئے پاکستان کے خلاف ہندوستان کے جارحانہ عزائم کی مذمت کی وزیر داخلہ نے کہا داہاگرام پر ہندوستانی قبضہ نون نہرو معاہدہ کی خلاف ورزی اور پاکستان کے خلاف کھلم کھلا جارحیت ہے انھوں نے کہا کہ مذکورہ علاقہ پاکستانی علاقہ ہے اور شروع سے پاکستان کے قبضے میں چلا آ رہا ہے اس پر ہندوستانی فوج کا زبردستی قبضہ جارحیت اور غنڈہ گردی کی بدترین مثال ہے۔

ہندوستان کے جارحانہ عزائم کے متعلق ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے انھوں نے کہا کہ امریکہ اور مغربی ملکوں سے بھاری فوجی امداد حاصل کرنے کے بعد ہندوستان کا دفاعی توازن بگڑ گیا ہے یہی وجہ ہے کہ ہندوستان کے ہمسایہ اور چھوٹے ملک اندھا دھند فوجی امداد ملنے کے خلاف احتجاج کر رہے ہیں۔ کیونکہ انھیں یقین ہے کہ مغربی طاقتوں سے ملنے والی فوجی امداد سے ان کی آزادی خطرے میں پڑ گئی ہے۔

انھوں نے پاک چین دوستی پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے اور چین کے دوستانہ تعلقات وقت کے ساتھ ساتھ اور گہرے ہوتے جائیں گے۔ انھوں نے یہ بھی بتایا کہ پاک و ہند وزرائے داخلہ کی کانفرنس ۲۳ مارچ کو نئی کابینہ کے حلف اٹھانے کے بعد ہوگی

صدر ایوب کے دورہ روس کے لئے پروگرام پر غور

کراچی ۱۸ مارچ۔ صدر ایوب روس کے دورہ کے دوران بہت مصروف رہیں گے انہیں متعدد شہروں کے دورہ کے علاوہ بے شمار پروگراموں میں شرکت کرنا ہوگی۔ دفتر خارجہ کے ذرائع کے مطابق روس نے دورہ کا پروگرام بھیج دیا ہے جس پر غور کیا جا رہا ہے اور عنقریب تفصیلی پروگرام طے کر لیا جائے گا۔

خیال ہے کہ صدر ایوب تین چار دن ماسکو میں سیر کریں گے اور صدر مکویان اور وزیر اعظم کوسیجن اور سرکاری افسران سے باہمی مفاد اور عالمی مسائل پر گفتگو کریں گے صدر ایوب ایک یا دو دن کھیتی باڑی کے فارم بھی دیکھیں گے۔

دعائے مغفرت

میری ہمشیرہ عزیزہ بشریٰ حبیب متعلمہ بی اے پارٹ دوم جامعہ نصرت بنت ڈاکٹر حبیب اللہ خاں صاحب آف گکھڑ حال ربوہ ۱۳/۳/۶۵ بروز ہفتہ اچانک حرکت قلب بند ہونے سے کیسل پور میں بعمر ۲۱ سال وفات پا گئیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

عزیزہ نیک، صالحہ، پابند صوم و صلوٰۃ اور نہایت کم گو تھیں۔ جنازہ بعد نماز عصر ۱۴/۳/۶۵ کو محترم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب نے مسجد مبارک کے احاطہ میں پڑھایا۔ قبر تیار ہونے پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت مرزا برکت علی صاحب نے دعا کرائی۔

احباب جماعت عزیزہ مرحومہ کی مغفرت کے لئے دعا فرماویں۔ نیز دعا فرماویں کہ والدین اور لواحقین کو صبر جمیل اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے دے آمین۔

(محمد شریف خان۔ ایم ایس سی لیکچرار تعلیم الاسلام کالج ربوہ)